وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

(منتخب حصہ)

معارفِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ

تالیف: قطب الاقطاب، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

معارفِ شیخؒ

جلد اوّل

حضرتِ اقدس قطبُ الاقطاب شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے
علمی افادات و معارف کا بیش قیمت اور
وقیع مجموعہ

ترتیب و تقدیم

سیّد مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ

ناشر مکتبۃ الشیخؒ ۳۶۷/۳ بہادر آباد۔ کراچی ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: فروری ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۲۵/ مئی ۱۹۸۲ء

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی حجۃ اللہ علے الارض کا مصداق تھے۔ تحریر، تدریس، تبلیغ کے ذریعہ آپ کے کل دنیا پر وہ احسانات ہیں، جس کے باعث اسلامیان ان کے زیر بار ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں جب پاکستان میں ''انکار حیات النبی ﷺ'' کے فتنہ نے یہاں طوفان قائم کر رکھا تھا، پاکستان سے حضرت شیخ الحدیث کو خط لکھا گیا اور آپ سے فتویٰ طلب کیا گیا۔ اس خط کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث نے ایک خط تحریر کیا۔ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری (پیدائش: ۲۱/ جنوری ۱۹۵۱ء...... وفات: ۶/ اکتوبر ۲۰۲۳ء) ناظم عمومی مظاہر العلوم سہارنپور نے ''معارف شیخ'' کے نام پر کتاب لکھی۔ اس کی ج ۱ ص ۱۳۱ تا ۱۴۰ پر حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں خط اور حضرت شیخ کا جواب شائع ہوا جو ہم اس مجموعہ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء) میں پاکستان کے بعض اہل علم حضرات کے یہاں "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" جیسے دقیق اور علمی مسئلہ پر بحث و مباحثہ نے شدت اختیار کی۔ طرفین سے اس موضوع پر کتابیں لکھی گئیں۔ اشتہارات شائع ہوئے۔ حضرات اکابر کے مسلمہ عقائد بھی متاثر ہونے لگے تھے۔ غرض کہ ایک عجیب حالت اور کیفیت پیدا ہو چلی تھی۔ بعض دردمند حضرات نے اس صورت حال کی اطلاع حضرت نور اللہ مرقدہ (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ) کو دے کر اس مسئلہ پر متوازن جامع اور معتدل تحریر لکھنے کی درخواست کی۔

آئندہ صفحات میں پڑھی جانے والی تحریر اسی موقعہ پر جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ (جنوری ۱۹۵۹ء) میں لکھی گئی۔

المحترم شیخنا شیخ الحدیث مولانا ادام اللہ برکاتکم علینا وعلیٰ سائر المسلمین الیٰ یوم القیامة

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ عریضہ بصورت استفتاء حاضر خدمت ہے، انی اری الفتن کوقع المطر کا ارشاد آج اپنی آنکھوں نے اہل حق طبقہ میں پورا ہوتے دیکھا۔ تاہم ابھی سوراخ کو سوئی کے ذریعہ بند کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ اس ریلے میں نہ معلوم کتنے افراد عقائد اہل حق سے محروم رہ جائیں گے۔ کل تک جو حضرات یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ درحقیقت حنفیت اور ہدایت کا منبع موجودہ دور میں بانی دارالعلوم دیوبند، الامام الکبیر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ اور دیگر حضرت حجۃ اللہ فی الارض مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ، شیخ الہند رحمہ اللہ اوّل[1] وشیخ الہند رحمہ اللہ ثانی ہیں، وہی حضرات بدقسمتی سے ہمارے یہاں مغربی پاکستان میں مولانا قاسم صاحب کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن وسنت اور اجماع صحابہ اور اجماع امت کے خلاف ثابت کر رہے ہیں، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیات علی الاعلان موت پر دلیل ہیں، مثلاً انک میت وانھم میتون، کل نفس ذائقة الموت۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے خطبہ میں یہ فرمان "ان محمدا قدمات" اور اجماع صحابہ بوقت خطبہ اور حیات النبی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس موقعہ پر رجوع حالانکہ اس وقت بظاہر وفات ہو چکی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ روح ابھی جسم اطہر میں ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا کہ روح پرواز ہو کر رفیق اعلیٰ میں پہنچ گئی اور حضرت عائشہ کا یہ ارشاد: خرجت نفسه ومالت یده۔

یہ مذکورہ آیات قرآنیہ اور روایات صحیحہ وصریحہ اور پھر ان کے ساتھ اجماع امت کے بعد دوسرا قول غیر معتبر ہے خواہ وہ کہنے والے تاج الدین سبکی ہوں یا ابن تیمیہ، ملا علی قاری ہوں یا ابن حجر وغیرہم (رحمہم اللہ)۔

اب اس مسئلہ میں جانبین سے پوری تیاری ہو رہی ہے، ایک جماعت یہ ثابت کر رہی ہے کہ حضرت نانوتوی سے لے کر المهند علی المفند[2] کے فتویٰ تک تمام کا عقیدہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ متفقہ اور اجماع صحابہ کے خلاف

---

[1] یعنی حضرت اقدس مولانا محمود حسن صاحب وحضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہما۔

[2] اس کتاب کا مشہور نام التصدیقات لدفع التلبیسات ہے، یہ کتاب علمائے مدینہ منورہ کے ان ستائیس سوالات کے جوابات میں ہے، جس میں انہوں نے اکابر دیوبند کے مسلک اور عقائد وغیرہ کے متعلق حضرت اقدس سہارنپوری سے خط وکتابت کی تھی۔ ۱۳۲۵ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ (علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات، جلد دوم ص ۷۱)

ہے۔ دوسری جماعت یہ ثابت کر رہی ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جسد اطہر میں روح کے ذریعہ حیات موجود ہے اور اپنی اپنی قبور میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام برزخی حیات، جسمانی عنصری رکھتے ہیں۔ گو دنیاوی ظاہری حیات ختم ہو چکی۔ ملا علی قاری، ابن حجر، علامہ عینی، قرطبی صاحب، روح المعانی (علامہ آلوسی)، علامہ سیوطی، تاج الدین سبکی اور الصارم المنکی، علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم اور حضرات دیوبند (رحمہم اللہ) کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

دونوں جماعتوں کے کچھ لوگ آپ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر متفق ہیں۔ لہٰذا برائے مہربانی واضح طور پر صاف صاف الفاظ میں اس عقیدہ کی وضاحت فرمائیں اور بتلائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ جو آبِ حیات[1] میں ہے قابل اقتدا اور صحیح ہے یا نہیں؟

اس کے علاوہ درج ذیل سوالات کے جوابات بھی مرحمت فرمائیں:

۱...... اجساد انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے مدافن میں جسم عنصری کی حیات برزخی ہے یا قطعاً کوئی حیات جسمانی عنصری برزخی نہیں ہے؟

۲...... روح کی وجہ سے برزخی حیات حاصل ہے یا بغیر تعلق روح حیات ہے؟

۳...... اسی قسم کی حیات ہے جیسا کہ ہر ذرہ کائنات میں ارادہ الٰہیہ موجود ہے۔ ان منها لما یهبط من خشیة الله والی حیات ہے یا روح جسم عنصری میں ہے یا روح الرفیق الاعلیٰ میں ہے اور اس کا تعلق جسم عنصری پر پڑتا ہے، اسی وجہ سے حیاتی ہے؟

۴...... کیا علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ صحیح اور قابل اقتداء ہے کہ اجسام عنصریہ میں حیات حقیقی برزخی دنیاوی کی سی نہیں بلکہ اس سے بھی قوی بواسطہ روح ہے اور انہی مدافن میں زندہ ہیں۔ نماز حج وغیرہ کرتے ہیں؟

۵...... روضہ مطہرہ پر خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام سنتے ہیں، (حالانکہ منکرین حیات اس کے بھی منکر ہیں)

۶...... حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے مسلک میں اس بارے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

۷...... یہاں یہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جسد اطہر میں حیات نہیں بلکہ صرف روح کو حیات ہے اور وہ بھی الرفیق الاعلیٰ میں کیا یہ صحیح ہے؟

۸...... منکرین کہتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کے قریب درود سننے کی روایت صحیح نہیں ہے، کیا ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے؟

مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں! فقط

مکرم محترم فیضکم، بعد سلام مسنون!

نہایت طویل گرامی نامہ پہنچا، آپ نے ایسے شخص کو مخاطب بنایا جو نہ مفتی ہے، نہ مولوی۔ اس ناکارہ کی حقیقت ایک نقل نویس کی سی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اکابر اور اسلاف کے کلام میں ملتا ہے، اس کو ادھر ادھر نقل کرتا رہتا ہوں۔ اسی کا نام شرح موطا ہے، یہی تبلیغی رسائل کی حقیقت ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ دونوں طرف کے کچھ لوگ تیری تحریری کو قبول کرنے کو آمادہ ہیں، یہ موجب تعجب ہے۔ جن حضرات کو اس ناکارہ کے جملہ اکابر حضرت گنگوہی قدس سرہ سے لے کر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی

[1] آبِ حیات، حضرت اقدس مولانا محمد قاسم حسن نانوتوی رحمہ اللہ کی تالیف ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے اثبات پر ہے۔ ۱۲۸۲ھ میں یہ تالیف ہوئی۔ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے اس کو ملاحظہ فرما کر دعاؤں سے نوازا۔ متعدد ایڈیشن اس کے اب تک شائع ہو چکے۔ ہمارے سامنے ۱۳۵۴ھ کا مطبوعہ نسخہ ہے جو مطبع قدیمی دہلی سے شائع ہوا تھا۔

تحریرات قابل قبول نہیں ہیں، وہ اس ناکارہ کی تحریر کو کیا قبول کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ ناکارہ ان اکابر کا بالکل متبع ہے، ان کے اس صاف ارشادات، اور تحریرات کے بعد جس پر حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، حضرت رائے پوری رحمہ اللہ، حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم نے بلا کسی اجمال کے ''ھذا معتقدنا و معتقد مشائخنا'' لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے۔

جو نصوص آپ نے ممات کے متعلق لکھی ہیں ان سے کوئی پڑھا لکھا انکار کر سکتا ہے؟ بالخصوص جن حضرات کی راتیں ہمیشہ تلاوت قرآن اور دن ساری عمر تدریس بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں گزرے، ان کو کبھی بھی پتہ نہ چلا کہ قرآن پاک کی آیات میں کیا وارد ہوا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کیا فرمایا۔ ان میں حضرت اقدس رائے پوری[1] قدس سرہ کے علاوہ کون سا ایسا ہے جس کی عمر کا معتد بہ حصہ تدریس حدیث میں نہیں گزرا؟

حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے معارف وعلوم کے سننے والے ابھی تک دنیا میں بکثرت موجود ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی نہ تو قرآن پاک کی کسی آیت کا پتہ چلا نہ حدیث کی کوئی ممات والی روایت ان کی نظر سے گزری۔

یہ ناکارہ اپنے ان اکابر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہے جو حضرت اقدس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے اکابر یعنی صحابہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: ''فانھم علیٰ علم وقفوا ابصر ناقد کفوا ولھم علیٰ کشف الامور کانوا اقویٰ و بفضل ما کانوا فیہ اولی، فما دونھم من مقصر وما فوقھم من محسر وقد قصر قوم دونھم فجفوا و طمع عنھم اقوام فغلوا وانھم بین ذلک لعلیٰ ھدی مستقیم''

حقیقت یہ ہے کہ اس دور فساد میں آدمی اس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلف صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی ''ان من ورائکم فتنا یکثر فیھا المال ویفتح فیھا القرآن حتی یاخذہ المؤمن و المنافق والرجل ولمراۃ والکبیر والصغیر والعبد والحر فیوشک قائل ان یقول ماللناس لایتبعونی وقد قرأت القرآن ماھم بمتبعی حتی ابتدع لھم غیرہ فایاکم وماابتدع''

لہٰذا یہ ناکارہ تو ''حذو النعل بالنعل'' ان حضرات کا جامد متبع ہے اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ ان کی تحقیق کے خلاف ہے تو وہ لغو، ناقابل التفات اور مردود ہے۔

ان سب کے بعد...... گرامی نامہ کے مستفسرات کے متعلق اپنا خیال یہ ہے کہ جیسے حیات کے درجات متفاوت ہیں جس کا اعتراف یہ حضرات خود بھی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے لکھا، اسی طرح ممات کے بھی درجات مختلف ہیں۔ نوم پر بھی احادیث صحیحہ صریحہ میں موت کا اطلاق کیا گیا ہے، سونے اور جاگنے کی دعاؤں میں کثرت سے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا وارد ہوا ہے، قرآن پاک میں اللہ یتوفی الانفس حین موتھا، الایۃ میں نوم پر وفات کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات میں موت کی نفی کی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ!

لہٰذا...... جن نصوص میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا اطلاق کیا گیا ہے، ان میں سے کوئی سی بھی حضرت نانوتوی قدس سرہ یا اکابر علمائے دیوبند یا المہند کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں بھی وہی موت مراد ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان ہے، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تفصیلی اقوال جو اس سلسلہ میں نقل کئے گئے ہیں، اس کی واضح تائید کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی نوع ممات کے بھی قائل نہ تھے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ''ان رجالا من المنافقین یزعمون ان

[1] یعنی اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری متوفی ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

رسول اللہ ﷺ توفی واللہ مامات ولکن ذھب الیٰ ربه کماذھب موسیٰ بن عمران، واللہ لیرجعن رسول اللہ ﷺ کمارجع موسیٰ فلیقطعن ایدی رجال وارجلھم زعموا ان رسول اللہ ﷺ مات"

بیہقی کی روایت سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ "وکذلک جعلناکم امة وسطا، الایة" کے متعلق فرماتے ہیں: "واللہ ان کنت اظن انه ﷺ سیبقی فی امته حتی یشھد علیه باخر اعمالھا وانه وھو الذی حملنی علیٰ ان قلت ماقلت" لہٰذا شیخین کے مکالمہ کو موجودہ مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موت کا بالکلیہ انکار فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ ابھی واپس تشریف لے آئیں گے، اس کے لحاظ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ردعمل بالکل واضح ہے کہ بنوع من الموت سے کسی کو بھی انکار نہیں بلکہ انکار صرف موت لجمیع الوجود سے ہے کہ نوع خاص من الحیاۃ فی الجسد باقی ہے۔

تعجب ہے کہ یہ حضرات اجساد انبیاء کے بقاء کے قائل ہیں۔ جیسا کہ آپ نے لکھا لیکن ان اجساد میں اگر کسی نوع کی حیات بھی نہ مانی جائے تو یہ حدیث پاک ہی بے معنی بن جائے گی، اس لئے کہ حضور پاک کا ارشاد اس حدیث پاک میں یہ ہے: اکثروا علی من الصلوٰۃ فیه فان صلوٰتکم معروضة علیّ اس پر صحابہ کرام کو اشکال ہوتا ہے: قالوا یارسول کیف تعرض وقد بلیت؟ اس پر حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ان اللہ حرم ......الخ آپ ہی غور کریں کہ اگر ان پاک اجساد میں کوئی نوع حیاۃ کی نہیں ہے تو حضور ﷺ کا یہ پاک ارشاد صحابہ کے اشکال کیف تعرض کا جواب کیسے بن گیا۔ روایت بھی صحیح ابن حبان کی ہے۔ حاکم نے اس کو علیٰ شرط البخاری بتایا اور ذہبی نے اقرار کیا، ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماع امت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ کیا یہ فضیلت صرف اس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو بدن اطہر سے جدا ہو چکے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا، بلکہ لباس مبارک جو کبھی جسد اطہر پر پڑ چکا ہے، اس کا بھی یہی حکم ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ!

بہرحال یہ ناکارہ تو اکابر دیوبند قدس اللہ اسرارہم کا ہمہ تن متبع ہے اور ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ المہند میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے، اس سے آپ کے جملہ سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔

گرامی نامہ کے آخر میں آپ نے جو سوالات لکھے نمبروار ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱...... اجساد انبیاء میں ایک خاص نوع کی حیات ہے۔

۲...... ظاہر ہے کہ حیاۃ تو روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے، بغیر تعلق روح کے حیاۃ کا کیا مطلب؟

۳...... اگر ایسی حیاۃ ہوتی جو ہر ذرہ کائنات میں ہوتی ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی تخصیص کیا رہی؟ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نحن نؤمن ونصدق بانه ﷺ حی یرزق فی قبرہ"

۴...... ایک دیوبندی سے یہ سوال کہ علمائے دیوبند کا یہ قول قابل اقتداء ہے یا نہیں؟ بے محل ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: "وقال البیھقی وفی حدیث سعید ابن المسیب عن ابی ھریرۃ انه یقیم ببیت المقدس وفی حدیث ابی ذر ومالک بن صعصعة فی قصة المعراج انه یقیم فی جماعة من الانبیاء بالسمٰوٰت وکل منھم وکلموہ وکل ذلک صحیح لایخالف بعضھم بعضا فقد یریٰ موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسیٰ وغیرہ الی بیت المقدس کما

اسری بنبینا فیر اھم فیھا کما اخبر قالوا و حلو لھم فی اوقات مختلفة لمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد فی خبر الصادق وفی کل ذلک دلالة علیٰ حیاتھم ... الخ'' یہ مضمون تو بہت ہی صاف ہے، لیکن اگر یہ حضرات اپنی قبروں میں مع الجسد ہوں اور دوسرے مواضع میں روح متمثل ہو، جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو اس میں بھی کوئی مانع نہیں۔

۵...... جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہو کر درود پڑھے تو حضور اقدس ﷺ اس کو سنتے ہیں من صلی عند قبری سمعتہ نص صریح ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے سندہ جید۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مستقل قاصد مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے، تاکہ قبر اطہر پر سلام پہنچائے، اب اگر کوئی فرق نہیں تو ان کا یہ فعل عبث ہوگا؟

۶...... مجھے حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی قدس سرہما کے مسلک میں کوئی فرق معلوم نہیں۔ المہند میں حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند، حضرت رائے پوری وغیرہ اکابر کا یہ ارشاد ھذا معتقدنا و معتقد مشائخنا واضح ہے، ان تینوں حضرات کے ''شیخ'' حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم نور اللہ مرقدہ نے حضرت گنگوہی قدس سرہ سے انک میت، الایة کے اشکال کا جو جواب نقل کیا ہے وہ تو حضرت نانوتوی قدس سرہ کی تعبیر سے بھی اونچا ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے، مگر انبیاء کی ارواح مشاہدہ جلال و جمال حق تعالیٰ شانہ و تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے نکتہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء..... ظاہر ہوتا ہے، الخ!
اب آپ غور کیجئے کہ ہم ناواقف ان واصلین کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

۷...... حضرت رائے پوری دام مجدہم بار بار زبانی اور تحریری ارشاد فرما چکے ہیں کہ میرا مسلک وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے، اس وقت بھی یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں۔ میں تو اسی (۸۰) سال سے متجاوز ہو کر من یرد الیٰ ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً میں داخل ہو گیا ہوں اور بھی کسر نفسی کے الفاظ ارشاد فرمائے، جن کا نقل کرنا دشوار ہے کہ میں ان حضرات کے مقابلہ میں کیا ہوں؟

۸...... اگر روایت صحیح نہ کہنے والے حافظ ابن حجر سے اونچے ہوں تو ان کے قول پر غور کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ: علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا قول جرح و تعدیل میں معتبر ہے، لیکن ہر شخص کے قول کو دیگر اہل فن کے اقوال کے لحاظ سے دیکھا جائے گا۔ اگر علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی جرح و تعدیل دوسرے اکابر کے خلاف ہوگی تو غور کیا جائے گا، ورنہ یقیناً معتبر ہے۔

آخر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ یہ دقیق مسائل عوام کی عقول سے اونچے ہیں، ان کو اردو رسائل و اشتہارات وغیرہ میں لانا ان میں بحثیں کرنا نہایت ناموزوں ہے۔ ہر دو فریق سے درخواست ہے کہ اس بحث کا سلسلہ جلد از جلد بند فرما دیا جائے۔

زکریا بقلم خود مظاہر علوم سہارنپور
۲۵ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ/ ۶ر جنوری ۱۹۵۹ء